سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں دعوت دین کا طریقہ، ایک تحقیقی مطالعہ

A RESEARCH REVIEW OF METHODOLOGY OF DAWAH IN THE LIGHT OF SEERAT E RASOOL

1. Dr. Syed Mehmood Ahmad Hasnain

Assistant Professor , University of Education Lahore

2. Dr Hafiz Abdul Majeed

HOD, Department of Islamic Studies & Arabic, Gomal University D.I.Khan.

Email: drhafizabdulmajeed@gmail.com

3. Dr. Irshadullah

Theology Teacher Govt: Middle School No.1 Bandkurai , D.I.Khan.

Email: irshadullah7850@gmail.com

Abstract

In fact, the word, "Dawah" is an Arabic word which means, "issuing a summon" but in general terms it means inviting and calling people/society towards the right path, the path of blessings in dunniya and akhirah and letting them recognize ab the indefinite truth! This work can be done individually as well as collectively depending on the circumstances. Spreading the message in the light of Sira-e-Taiba in modern Muslim society as far as non-Muslim society is a matter of time. Its method and strategy how to invite if viewed in the light of Sira-e-Taiba, can be explained with great clarity and without any ambiguity. By implementing it, not only the Muslim society can be reformed but the non-Muslim society can also be adorned. By focusing on Sira-e-Taiba carefully, we may get the best guidance through which we can easily convey our religious thoughts, ideas and teachings to others. A careful study of Islamic history and teachings of the Prophet (may peace and blessings of Allah be upon him) reveals the best example of Dawah. No sample can be presented and no instruction can be given beyond Sira-e-Taiba. Time demands that during Dawah, all the rules and regulations that we find in the light of Sira-e-Taiba must be kept in mind. And in their light the work of Dawah must be extended not only towards the Muslim community but also towards the non-Muslim community. The methodology of Dawah in the light of Sira-e-Taiba is so beautiful and enduring that it cannot be compared.

This article not only explains how a Muslim society can be decorated in the light of Sira-e-Taiba but In fact, the needs of the non-Muslim society, in the present era, have also been clearly articulated in the light of Sira-e-Taiba.

My article will reveal the standard preaching/Dawah of Sira-e-Taiba in the light of Qur'an and Sunnah and will be so lasting, strong and full of arguments that the importance of this subject will be revealed to everyone.

Keywords: Preaching, Methodology of Dawah, principles of Islam, Sira-e-Taiba.

اللہ رب العالمین نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے ہر زمانے میں انبیاء کرام ؑ کو مبعوث فرمایا۔ سب سے آخر میں نبی کریم ﷺ تشریف لائے، آپ کے بعد قیامت تک کے لیے کوئی نبی نہیں آنے والا ہے۔ اب اس دنیا میں ایک ہی مستند، محفوظ اور عند اللہ مقبول دین "اسلام" ہے: إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ۔ (آل عمران، 3: 19)۔ یہ بات قابل غور ہے کہ دین اسلام محض رسوم عبادت یا چند اخلاقی نصح کا مجموعہ نہیں ہے۔ یہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ دین کی دعوت دینا سنت انبیاء ہے۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام اللہ کے حکم سے دعوت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ گلوبلائزیشن (Globalization) کے اس دور میں بین المذاہب مکالمہ (Inter-Faith Dialogue) سے کسی بھی مذہب کا داعی مخاطب کو اپنی دعوت کی طرف متوجہ کر سکتا ہے۔ خاتم الانبیاء سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت ہونے کی حیثیت سے دنیا کے تمام انسانوں تک پیغام الہی کا پہنچانا ایک مسلمان کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ قرآن و حدیث کے متعدد نصوص سے واضح طور پر امت محمدیہ ﷺ پر انفرادی اور اجتماعی سطح پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ مذاہب عالم میں اسلام وہ واحد مذہب ہے جس نے نہ صرف عالمگیر سطح پر دعوت و تبلیغ کا حکم دیا ہے بلکہ دوسری تہذیبوں، قوموں اور افراد کے ساتھ گفتگو اور مکالمے کے باقاعدہ اصول بھی بیان کیے ہیں۔ قرآن مجید نے ایک داعی کے لئے مکالمے کے جو بنیادی اصول بیان کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

﴿ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِينَ﴾

(1)

”اے رسول معظم! آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بحث (جہی) ایسے انداز سے کیجئے جو نہایت

حسین ہو، بے شک آپ کا رب اس شخص کو (جہی) خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں کو (جہی) خوب جانتا ہے“

اللہ رب العزت نے دعوت دینے کے تین آداب کی رعایت کرنے کا حکم دیا ہے۔

(1) حکمت (2) موعظت حسنہ (3) مباحثہ دعوت کے بنیادی اصول ہیں۔ دعوت دین پیش کرنے پر لوگ اعتراض بھی کر سکتے ہیں اور طرح طرح کے سوالات کرتے ہیں تو داعی کو

اسکی علمی حیثیت کے اعتبار سے حکمت کے ساتھ مباحثہ مناظرہ (DEBATE) کرنا پڑتا ہے اور دلائل کے ساتھ حق و سچ بتانا پڑتا ہے تاکہ حق و باطل کی سمجھ آجائے۔ اب اللہ جسے چاہتا ہے

ہدایت عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا ہے قعر مزلت میں ڈالتا ہے، ذلیل و رسوا کرتا ہے۔ قول و فعل اور عقیدہ و ایمان میں درنگی کے ساتھ ساتھ ہر امر کو عمدگی کے ساتھ اس کے مقام پر رکھنا جیسے نرمی کی جگہ نرمی، سختی کی جگہ سختی۔ ترغیب کے موقع پر ترغیب اور ترہیب کے معاملہ میں ترہیب۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ العصر میں مسلمانوں کی دعوت کی بنیادی ذمہ داریاں اس طرح بیان فرمائی ہیں:

﴿وَالْعَصْرُ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَّصُوا بِالحَقِّ وَتَوَّصُوا بِالصَّبْرِ ۝﴾ (2)

”زمانہ کی قسم (جس کی گردش انسانی حالات پر گواہ ہے) o بے شک انسان خسارے میں ہے (کہ وہ عمر عزیز گنوا رہا ہے) o سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے اور (معاشرے میں) ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور (تبلیغ حق کے نتیجے میں پیش آمدہ مصائب و آلام میں) باہم صبر کی تاکید کرتے رہے o“

دعوت کا معنی و مفہوم

ابن منظور افریقی ”لسان العرب“ میں دعوت کو کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

وَالدُّعَاءُ قَوْمٌ يَدْعُونَ إِلَى بَيْعَةِ هُدًى أَوْ ضَلَالَةٍ وَاحِدُهُمْ دَاعٍ وَرَجُلٌ دَاعِيَةٌ إِذَا كَانَ يَدْعُو النَّاسَ إِلَى بَدْعَةٍ أَوْ دِينٍ أُدْخِلَتْ فِيهِ اللَّمْبَعَةُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَاعِي اللَّهِ تَعَالَى وَكَذَلِكَ الْمُؤَدِّنُ وَفِي التَّهْذِيبِ الْمُؤَدِّنُ دَاعِي اللَّهِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَاعِي الْأُمَّةِ إِلَى تَوْحِيدِ اللَّهِ وَطَاعَتِهِ. (3)

”(دعا) (داعی کی جمع) سے مراد ایک ایسا طبقہ ہے۔ جو لوگوں کو گمراہی سے ہدایت کی طرف بلائے۔ یعنی آدمی کا لوگوں کو دین اور بدعت کی طرف بلانا۔ اور نبی ﷺ لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والے ہیں۔ اور ”تہذیب“ میں ہے۔ مؤذن اللہ کی طرف بلانے والے ہے۔ اور نبی ﷺ پوری امت کو اللہ کی واحدانیت اور اطاعت کی طرف بلانے والے ہیں۔“

”هداية المرئدين“ میں دعوت کے اصطلاحی معنی و مفہوم کچھ یوں ہے:

حث الناس على الخير و الهدى، والامر بالمعروف و النهي عن المنكر ليفوزوا بسعادة العاجل الآجل. (4)

”دعوت سے مراد لوگوں کو ہدایت اور بھلائی کی ترغیب دلانا، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا تاکہ وہ جلد بدیر کامیابی سے ہمکنار ہو۔“

ڈاکٹر محمد طاہر القادری لکھتے ہیں:

”دعوت کا اصطلاحی معنی لوگوں کو کسی خاص مقصد اور مشن کی طرف بلانا کے ہیں۔ اسلام میں دعوت سے مراد دوسروں کو اللہ تعالیٰ اسکے رسول ﷺ اور دین حق کی طرف بلانا۔ اور انکی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی طرف متوجہ کرنا۔“

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: و ادع الی ربک (5) ”اور تم (لوگوں کو) اپنے رب کی طرف بلائے رہو۔“

دعوت کا اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ ”دعوت“ سے فقط یہ مراد نہیں ہے کہ لوگوں کو اسلام کی بات بس پہنچا دی جائے۔ اس کے لئے (پہنچا دینے کے لئے) الگ سے ایک لفظ ہے جو قرآن میں بھی مستعمل ہے یعنی بلاغ، یا تبلیغ، جو کہ یقیناً دعوت کا ایک پہلو ہے۔ البتہ دعوت کا لفظ اس سے کہیں زیادہ وسعت کا حامل ہے۔ محمد قطب اس کو یوں بیان کرتے ہیں:

”لوگوں کو اللہ کی طرف اور اللہ کے راستے پر لے کر آنے کا وہ پورا عمل جو انسانی معاشروں کے اندر بے شمار مرحلوں سے گزرتا اور متعدد صورتیں اختیار کرتا ہے ”دعوت“ ہی کہلاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے پورے کام کو دعوت قرار دینا اور قرآن کا آپ کو شَاهدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَ دَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا ۝ [الاحزاب، ۳۳: ۵۳-۶۳] (اے نبی! کلام!) بے شک ہم نے آپ کو (حق اور خلق کا) مشاہدہ کرنے والا اور (حسنِ آخرت کی) خوشخبری دینے والا اور (عذابِ آخرت کا) ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے o اور اس کے اذن سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور منور کرنے والا آفتاب (بنا کر بھیجا ہے) o کہنا اسی جامع مفہوم کے ساتھ لیا جانا ہی آپ کے اور آپ کے مشن کے شایان شان ہو سکتا ہے۔“

دعوت کی اقسام

دعوت کے تمام طریقوں اور ذرائع و وسائل کو اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو اسے دو قسمیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ انفرادی دعوت

اصلاح معاشرہ اور ریاست کا آغاز چونکہ فرد سے ہوتا ہے اس لیے دعوت دین کا پہلا ہدف بھی فرد ہے۔ جس کے لیے انفرادی دعوت پہلا آلہ دعوت ہے۔ بعد ازاں افراد سے وجود میں آنے والی سوسائٹی کے لیے اجتماعی دعوت کا طریقہ کار آمد رہتا ہے۔ انفرادی دعوت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ مِنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ (6)

”تم بہترین امت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو، اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو یقیناً ان کے لیے بہتر ہوتا، ان میں سے کچھ ایمان والے بھی ہیں

اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں (۵)“

اس ارشاد ربانی کے مطابق امت مسلمہ کا ہر فرد داعی ہے اور ازروئے شریعت اس پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی بساط، استعداد اور صلاحیت کے مطابق دین کی دعوت دے اور اسلام کا پیغام دوسروں تک پہنچانے کے لیے کوشاں رہے اللہ رب العزت نے اپنے انبیاء کو فرداً فرداً معبود کیا اور انہیں اس فریضہ کی ادائیگی کی تلقین کی اس ضمن میں ان کی زندگیاں ہمارے لیے مشعل راہ اور نمونہ عمل ہیں۔ انہوں نے جس طرح دعوت دین کا کام اولاً انفرادی سطح پر بطور داعی سر انجام دیا قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر ان کے اس انفرادی داعیانہ کردار کا تذکرہ موجود ہے۔

دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی دعوت کا اول مخاطب اپنے آپ کو سمجھے اور دوسروں کو کہنے سے پہلے خود اس پر عمل پیرا ہو، کیونکہ قول و فعل میں تضاد کی وجہ سے دعوت کمزور پڑ جاتی ہے اور مخاطب اثر قبول نہیں کرتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ﴾ (7)

”کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھلا دیتے ہو۔“

اور فرمایا

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ﴾ (8)

”جو کام خود نہیں کرتے وہ دوسروں کو کیوں کہتے ہو۔“

اپنی اصلاح کے بعد اپنے اہل و عیال اور قریبی رشتہ داروں کی اصلاح کرنا ضروری ہے کیونکہ ان کی بد عملی بھی دعوت و تبلیغ میں رکاوٹ کا سبب بن جاتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ (9)

”آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے۔“

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر انسان اپنے عمل کا ذمہ دار ہے اور گھر کے افراد کی مکمل ہدایت دوسرے کے اختیار میں نہیں۔

۲۔ اجتماعی دعوت

دعوت کی دوسری قسم اجتماعی دعوت دین ہے۔ اجتماعی دعوت دین کی توثیق و تائید میں ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (10)

”اور تم میں سے ایسے لوگوں کی ایک جماعت ضرور ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔“

اس آیت میں واضح طور پر دعوت کو ایک نظام کے طور پر بنا کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ صاحبان علم و عمل، باکردار اور صالح افراد پر مشتمل ایک گروہ اور جماعت آگے آئے اور نظم و ترتیب سے دین کی ترویج و اقامت کرے۔ اسی کار خیر کی انجام دہی کے نتیجے میں اس امت کو اللہ کی طرف سے ”خیر الامم“ کا لقب عظیم عطا ہوا ہے۔ لہذا فرمان الہی کی رو سے اس فریضہ کی بجا آوری کا تقاضا یہ ہے کہ انفرادی طور پر ہر فرد امت سے اپنی انفرادی ذمہ داری خیال کرتے ہوئے بڑھ چڑھ کر اس کار خیر میں حصہ لے۔ اور اجتماعی سطح پر نیک، صالح، متقی لوگ مل کر ایسی جماعت تشکیل دیں۔ جو باقاعدہ اور مربوط نظام کے تحت دعوت دین کو پوری دنیا میں پھیلا دیں اور یہ دعوت کا سلسلہ نسل در نسل موجود اور طے شدہ نظام کے تحت تاقیامت چلتا رہے۔ اس مقالے میں منج و اسلوب دعوت کو سیرۃ النبی ﷺ کی روشنی میں بیان کیا جائے گا۔

1۔ عصر حاضر میں اسلام کی دعوت کا اسلوب

دعوت و تبلیغ کے لیے ضروری ہے کہ وہ نبوی منج کے مطابق ہو۔ دعوت کے لیے اسلوب، منج اور طریقہ عمل کی سب سے پہلی رہنمائی یہ ہے کہ لوگوں کو رب کی طرف حکمت و دانائی اور موعظہ حسن کے ساتھ بلایا جائے اور اپنی بات ان تک خوب صورت اور دل کش انداز میں پہنچائی جائے۔ داعی کو چاہیے کہ وہ حکمت و تدبر، فہم و دانائی اور طریق حسن کا رویہ اختیار کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار فرمایا کہ لوگوں سے ان کی عقل و فہم کے مطابق گفتگو کرو۔ علم کے ساتھ ساتھ حکمت بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ (11)

”اللہ تعالیٰ وسعت والا اور علم والا ہے اللہ حکمت (و دانائی) دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت یعنی علم ملا، اسے بہت بھلائی ملی۔“

حکمت کی عملی تصویر حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے ملتی ہے۔ جس کا ذکر رب کریم نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ﴾ (12)

”بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے

اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔“

دعوتی طریقہ کار میں حکمت و دانشمندی بہت ضروری ہوتی ہے۔ جو لوگ اللہ کے دین کی دعوت کا کام سوچ سمجھ کر کرنا چاہتے ہوں، ان کے لئے بھی یہ ضروری

ہے کہ وہ خود میں وہ صلاحیتیں پیدا کریں جو دعوت دین کے لئے ضروری ہیں اور پھر اس کام کو مناسب حکمت عملی اور منصوبہ بندی سے انجام دیں۔ دنیا کا کوئی بھی کام احسن انداز میں کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کام میں پہلے اچھی طرح مہارت حاصل کی جائے اور پھر اس کی مناسب منصوبہ بندی کر کے اس پر عمل درآمد کیا جائے۔
نبی کریم ﷺ کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ہر کام منصوبہ بند، حکمت و تدبر اور فہم و فراست سے لبریز ہوتا تھا۔ دعوت دین کا کام بغیر منصوبہ بندی ہو ہی نہیں سکتا۔ سیرت طیبہ کی روشنی میں دعوت کا منہج و اسلوب درج ذیل ہو سکتا ہے۔

2- سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں غیر مسلموں کو دعوت کے تقاضے مشترکہ امور کی بنا پر دعوت

سیرت نبوی کے مطالعہ سے دعوت کا یہ بھی منہج و طریقہ بھی ملتا ہے کہ دعوت کے لئے مشترکہ امور کو پیش کریں۔ دعوت کا آغاز ہمیشہ کسی متفق علیہ بات سے کرنا چاہیے۔ کبھی ذاتیات پر حملہ نہ کریں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (13)

”اور اللہ کے سوا یہ جن کو پکارتے ہیں، تم انہیں گالی نہ دو کہ اس کے نتیجے میں وہ بے خبری میں تجاؤز کر کے اللہ کو گالیاں نہ دینے لگیں۔“

دعوت کے حوالے سے درج ذیل آیت مبارکہ قابل توجہ ہے:

﴿فَلَنْ يَأْتِيَنَّكُمْ تَعَالُوا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا﴾ (14)

”آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب ایسے قول کی طرف آ جاؤ جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے جن اصحاب کو دوسری قوموں کی طرف دعوت و تبلیغ کے لیے روانہ فرمایا، ان کی تربیت پر خصوصی توجہ دی اور خاص طور پر اس بات کا اہتمام فرمایا کہ جو صحابی جس قوم کی طرف جائے ایک تو وہ اس قوم کی زبان سے اچھی طرح واقف ہو، دوسرا، وہ ان کے کلچر اور رسم و رواج سے واقف ہو، تیسرا، وہ ان کے دین سے جس کو وہ اختیار کیے ہوئے ہیں آگاہ ہو اور چوتھا یہ کہ وہ اس سر زمین کے پورے جغرافیہ سے بھی مکمل واقف رکھتا ہو۔

ابن اثیر (م ۶۳۰ھ) نے حضرت حاطب اور شاہ مصر کے درمیان ہونے والی گفتگو کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب شاہ مصر نے حضرت حاطب سے یہ کہا کہ اگر تمہارے صاحب اللہ کے رسول ہیں تو پھر تمہارے نبی ﷺ نے اس وقت اپنی قوم کے خلاف بد دعا کیوں نہ کی جب ان کی قوم نے ان کو ان کے اپنے شہر سے نکالا؟ تو حضرت حاطب نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم کی نسبت تو آپ خود کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول تھے پھر جب ان کو ان کی قوم نے سولی دینے کا ارادہ کیا تو انہوں نے ان کو بد دعا کیوں نہ دی؟ یہاں تک کہ اللہ نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔ مقوقس اس برجستہ جواب سے بڑا متاثر ہوا اور کہنے لگا:

احسنت! انت حکیم جاء من عند حکیم. (15)

”تم نے اچھا جواب دیا تم حکیم ہو اور حکیم کے پاس سے آئے ہو۔“

دعوت دین کو موثر بنانے میں غیر مسلموں سے تعاون اور مشترکہ امور میں مل جل کر کام کرنے کی منصوبہ بندی بھی ضروری ہے۔ اسلام ساری انسانیت کا خیر خواہ ہے اور یہ دین رب العالمین کا ہے اور اس کے پیغمبر رحمتہ للعالمین ہیں۔ ان مشترکہ کاموں کی وجہ سے روابط بڑھیں گے۔ ایک دوسرے کو سمجھنے، غلط فہمیوں کو دور کرنے کا موقع ملے گا اور مسلمانوں کی حقیقی تصویر سامنے آئے گی کہ یہ انسانوں کے حقیقی خیر خواہ ہیں، جس سے دعوت دین کے کام میں بڑی مدد ملے گی۔

3- بیک وقت بہت سارے محاذ کھولنے سے اجتناب

دعوت دین میں حکمت و دور اندیشی کا تقاضا ہے کہ غیر مسلم پڑوسیوں کے ساتھ بھی مصالحت کا رویہ اپنایا جائے تاکہ ان کے شر انگیز یوں سے بچا جائے جیسا کہ کتب سیر میں ہے کہ

ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کے یہودیوں کے ساتھ امن کا معاہدہ کیا تھا۔ (16)

اس معاہدہ میں حکمت یہ تھی کہ کفار و مشرکین مکہ اسلام کے سخت ترین مخالف تھے ان سے مقابلہ کے لئے ضروری تھا کہ پڑوسیوں کو اپنا مخالف اور حریف بنانے کی بجائے مصالحتانہ رویہ اختیار کیا جائے تاکہ دفاعی قوت کا ایک بڑا حصہ ان پر صرف ہونے سے بچ جائے۔

4- مخالفین کی شاطرانہ چالوں کا حکیمانہ جواب

سیرت طیبہ کی رہنمائی میں دعوت دین کا تقاضا ہے کہ مخالفین کو بغیر کسی اشتعال انگیزی و سب و شتم کے حکیمانہ طریقہ سے جواب دے۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ ز سے روایت

ہے وہ فرماتی ہیں:

دَخَلَ رَهْطٌ مِنَ الْيَهُودِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالُوا: السَّامُ عَلَيْكُمْ، قَالَتْ عَائِشَةُ: فَفَهْمُهَا فَعُلْتُ: وَعَلَيْكُمْ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ، قَالَتْ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَهْلًا يَا عَائِشَةُ، إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الرَّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ» فَعُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا

قَالُوا؟ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَدُّ فُلْتُ: وَعَلَيْكُمْ". (17)

”کچھ یہودی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: السام علیکم، عائشہ نے کہا: اے اللہ! یہودیوں کی لعنت ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! نرمی کرو۔ اللہ تعالیٰ ہر امر میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ میں نے کہا: اللہ کے رسول! کیا آپ نے نہیں سنا انہوں نے کہا کہو اس کی تھی؟ رسول اللہ ﷺ فرمایا: میں نے اس کا جواب دیا تھا: "وَعَلَيْكُمْ" اور تم پر بھی وہی کچھ ہو۔“

دیکھا کہ آپ ﷺ نے یہودیوں کے شاطرانہ چال کا جواب انہی کے الفاظ میں انہی کی طرف لوٹا دیا۔

5- کسی خرابی کے پیدا ہونے کی اندیشہ سے مصلحت کا کام ترک کرنا اور لفظی نزاع سے اجتناب

سیرت طیبہ کی رہنمائی میں دعوت دین کا تقاضا ہے کہ مصلحت کے لئے نزاعی امور کی ترک کیا جائے۔ یہ بات درست ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی ایک داعی کا بنیادی خاصہ ہونا چاہئے۔ بعض اوقات معاشرے میں رائج کسی امر کا فوری منع کرنا کسی بڑی آرائش کا پیش خمیہ ثابت ہو سکتا ہے لہذا اس صورت میں خاموشی بہتر ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر کوئی بات

معاشرے کے لوگوں کی عقل ادراک کرنے سے قاصر ہو اور باعث فتنہ و فساد ہو تو اسے اسی حالت میں رہنے دیا جائے۔ حضرت عائشہ زہراء سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَا عَائِشَةُ، لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكَ حَدِيثَ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ لَأَمَرْتُ بِالْبَيْتِ، فَهَدِمْتُ، فَأَذْخَلْتُ فِيهِ مَا أُخْرِجُ مِنْهُ، وَالزُّفَّةُ بِالْأَرْضِ، وَجَعَلْتُ لَهُ بَابَيْنِ، بَابًا شَرِيفًا، وَبَابًا غَرِيبًا، فَجَلَعْتُ بِهِ أَسْمَاءَ إِبْرَاهِيمَ»۔ (18)

”اگر تیری قوم کا زمانہ جاہلیت ابھی تازہ نہ ہوتا تو میں کعبہ کو مہدم کر کے جو حصہ اس سے خارج کر دیا گیا تھا اس کو پھر اس میں

شامل کر دیتا اور اس کا دروازہ زمین سے متصل کر دیتا۔ نیز اس میں ایک شرقی اور ایک غربی دو دروازے بنا دیتا۔ الغرض میں اسے

حضرت ابراہیم کی بنیادوں کے مطابق استوار کرتا۔“

علامہ ابن حجر نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ کسی خرابی کے پیدا ہونے کی اندیشہ سے مصلحت کا کام ترک کیا جاسکتا ہے۔ (19)

عصر حاضر میں الفاظ اور ٹائٹل کوناک کا مسئلہ بنا کر بڑے بڑے ہنگامے ہوتے ہیں لیکن رحمۃ اللعالمین کی سیرت طیبہ کو دیکھیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح کا معاہدہ لکھنے کے وقت

رحمن اور محمد کے الفاظ نہ لکھے۔ (20)

6- مدعو قوم کی نفسیات، نظریات اور رجحانات سمجھنے کی ضرورت

غیر مسلم اقوام کے سامنے اسلام کو بہتر انداز میں پیش کرنے کے لئے مسلمان اہل علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان کی نفسیات کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلام کو آج کے جدید اسلوب، تکنیک اور زبان میں پیش کرنے کی باقاعدہ تربیت حاصل کریں تاکہ اسلام اپنی فطری تعلیمات کی وجہ سے انہیں متاثر کر سکے۔ دعوت دین، عقیدہ، مسائل شرعیہ وغیرہ پیش کرنے کے وقت مخاطب کی ذہنی سطح اور اس کے علم و فہم کی رعایت ضرور کریں، لوگوں سے ان کی فہم کے مطابق گفتگو کریں۔ بخاری شریف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

«حَدِّثُوا النَّاسَ، بِمَا يَعْرِفُونَ»۔ (21)

”لوگوں سے ان کی فہم کے مطابق گفتگو کرو۔“

آپ ﷺ دعوت دین کے وقت مخاطب کی نفسیات کا خیال رکھتے تھے۔ سیرت نبوی ﷺ میں بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ حضور نبی کریم نے مخاطب کی ذہنی سطح اور نفسیات کا لحاظ رکھتے ہوئے دعوت دی ہے یعنی حضور نبی کریم ﷺ نے لوگوں کی نفسیات کے مطابق ان کے ساتھ ذیل کیا۔ مسند احمد کی روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت دی اس نے کہا کہ مجھے سب باتیں منظور ہیں مگر میں فلاں فلاں کام نہیں چھوڑ سکتا، یہ سن کر بعض صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم ناراض

ہوئے مگر آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے اسے اپنے قریب بلایا اور نرمی سے ان برے کاموں کی قباحت ذہن نشین کرائیں جس سے وہ خود ہی ان سے تائب ہو گیا۔ (22)

اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے نفسیاتی طور پر اس کے ذہن میں بدکاری کی نفرت بھائی چٹانچہ وہ ہمیشہ کیلئے بدکاری سے تائب ہو گیا اگر سختی سے اس کو روکا جاتا تو عین ممکن تھا کہ وہ اس میں مبتلا ہو جاتا۔

7- اصول تدریج / دین کا جامع تصور پیش کیا جائے

حضور ﷺ کی دعوتی حکمت عملی کا ایک اصول تدریج ہے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے تدریج کے اصول کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھا۔ اسی بنا پر 13 سالہ کمی دور میں صرف ارکان اسلام کی دعوت دی گئی اور دوسرے احکام مدنی دور میں رفتہ رفتہ دیے گئے۔ اس کی حکمت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یوں بیان فرمائی ہے:

«يَمَا نَزَلَ أَوَّلَ مَا نَزَلَ مِنْهُ سُورَةٌ مِنَ الْمُفْصَلِ، فِيهَا ذِكْرُ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ، حَتَّى إِذَا ثَابَتِ النَّاسُ إِلَى الْإِسْلَامِ نَزَلَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ»۔ (23)

”قرآن میں جو پہلی سورہ نازل ہوئی اس میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے جب معتقدہ لوگ اسلام کے دائرے میں آگئے تو پھر حلال اور

حرام کے احکام دیے گئے۔“

اس حدیث کے مطابق اگر شروع میں اتنا ہی احکام آجائے تو لوگوں پر گراں گزرتے اور تعمیل میں تاہل بلکہ انکار ممکن تھا۔ دراصل انسانی نفسیات کے مطابق آسانی سے مشکل کی طرف جانا زیادہ موثر ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کی طرف روانہ کرتے وقت بھی دعوت و تبلیغ میں اسی اصول تدریج کو ملحوظ رکھنے کی ہدایت فرمائی تھی کہ

”پہلے ان کو توحید و رسالت کی دعوت دینا اگر وہ مان جائیں تو پھر ان کو نماز کی تعلیم دینا اگر وہ یہ بھی مان جائیں تو پھر ان کو فریضہ

زکوٰۃ سے آگاہ کرنا۔“ (24)

لہذا داعی کو یہ بات مد نظر رکھنی چاہیے کہ دعوت تدریجاً پیش کرے، یکبارگی تمام دعوت پیش نہ کرے بلکہ اہم و بنیادی مسائل کی طرف توجہ دے۔ دعوت اسلام کے سلسلے میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ امت مسلمہ کے مزاج میں خیر پسندی اور خیر خواہانہ جذبات کے فروغ کی پیہم کوشش کی جائے۔

8- دعوت دین کے لئے جدید ذرائع ابلاغ ﴿Modern mass Communication﴾ کا استعمال

جدید ذرائع ابلاغ (Modern mass Communication) نے دعوت دین کو وسیع طور پر پہنچانے کا اچھا ذریعہ فراہم کیا ہے۔ موجودہ دور انتہائی ترقی یافتہ الیکٹرونک، ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے۔ دعوت دین کے لئے اپنے دور کے بہترین وسائل جن کے استعمال میں کوئی شرعی یا اخلاقی قباحت نہ ہو، اشد ضروری ہے۔ تعلیم و تبلیغ میں ایسے وسائل ایجاد ہو چکے ہیں جن کی مدد سے سالوں کا کام مہینوں میں اور مہینوں کا کام دنوں میں پہلے سے بہت اعلیٰ معیار کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ ان میں ٹیلی فون، ریڈیو، ٹیلی وژن، آڈیو اور وڈیو کیسٹ، پریس، ٹیکس، فیکس، کمپیوٹر، ویب سائٹس، ای میل، انٹرنیٹ ڈسکشن گروپس، اور ٹیلی۔ ویڈیو کانفرنسنگ شامل ہیں۔ دعوت دین کی ضرورت ہے کہ ان وسائل کو دینی کاموں میں بھی بھرپور طریقے سے استعمال کیا جائے۔ اسوۂ رسول ﷺ سے اس منہج کی رہنمائی ملتی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ”عکاظ“ کے میلے میں پہنچ کر دعوت دی۔ (25) اسی طرح آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر ”یاصباہا“ کی آواز بلند کی۔ (26)

سیرت النبی کی روشنی میں آج ہمیں جدید ذرائع و وسائل کو وحی الہی اور پیغام محمدی ﷺ کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے استعمال کرنے کی کہیں زیادہ ضرورت ہے۔

9- نرم خوئی و شفقت

دعوت دین کے لئے نرمی، شفقت اور مہربانی نہایت مفید صفت ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی دعوت کا ایک اصول ”قول لین“ یعنی نرم بات ہے۔ شفقت و نرمی نیک طبع لوگوں کا خاصہ ہوتا ہے۔ نرم مزاجی سے انسان دوسروں کا دل موہ لیتا ہے۔ مشفقانہ رویہ سے لوگ قریب ہوتے ہیں۔ جب کہ سختی اور تلخی سے شر پیدا ہوتا ہے۔ دوری و نفرت سے زیادہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ حضور رحمت اللعالمین ﷺ کے اندر یہ خوبی بصورت اتم موجود تھی۔ آپ ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں کو بھی اپنے اخلاق اور شیرینی گفتار سے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْتَضَوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾. (27)

”اے حبیب والا صفات! پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم طبع ہیں، اور اگر آپ ٹھنڈو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے۔“

عام معاشرتی زندگی میں بھی سخت دلی اور بے مروتی سے دلوں کے فاصلے بڑھ جاتے ہیں تو دعوت میں تو نرمی اور شفقت کی اہمیت اور زیادہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الرَّؤْفَ فِي الْأَمْرِ حَلْمًا. (28)

”بے شک اللہ تعالیٰ ہر معاملے میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔“
یہ بھی آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

«مَنْ يُخْرِجُ الرَّؤْفَ يُخْرِجِ الْحَبِيبَ حَلْمًا» (29)

”جو شخص نرم خوئی سے محروم ہوا وہ سب بھلائیوں سے محروم ہوا۔“

دعوت دین کے لئے نرمی کا عنصر کا پایا جانا بہت ضروری ہے۔ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق حضور نبی اکرم ﷺ جب کسی صحابی کو کسی مہم پر بھیجے تو حکم دیتے:

«بَشِّرُوا وَلَا تُنْفَرُوا، وَيَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا» (30)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ کسی دیہاتی نے مسجد نبوی کے ایک گوشے میں پیشاب کر دیا صحابہ رضی اللہ عنہم اس کو مارنے کے لیے دوڑے مگر آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ جب وہ حاجت سے فارغ ہو گیا تو نہایت نرمی سے اور پیار سے اسے مسجد کی عزت و حرمت سے آگاہ کیا۔ فرمایا:

«إِنَّ هَذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هَذَا الْبَوْلِ، وَلَا الْقَدْرِ إِذَا هِيَ لِيَذْكُرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، وَالصَّلَاةَ وَفِرَاقَةَ الْقُرْآنِ» (31)

”یہ مساجد اس طرح پیشاب یا کسی اور گندگی کے لیے نہیں ہیں، یہ تو بس اللہ تعالیٰ کے ذکر نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں۔“

10- اخلاق حسنہ

سیرت طیبہ کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح سامنے آتی ہے کہ دعوت و تبلیغ میں موثر ترین چیز اخلاق حسنہ ہیں، داعی کیلئے ضروری ہے کہ میدان دعوت میں اترنے سے پہلے امکانی حد تک اپنے اندر اخلاق حسنہ پیدا کر چکا ہو، انبیاء کرام علیہم السلام نے سب سے پہلے اخلاق حسنہ کے ذریعے لوگوں کے دعووں کو متاثر کیا، یہی وجہ تھی کہ مخالفین شدید مخالفت کے باوجود ان کی بات سننے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَحْسَلُ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنَهُمْ خُلُقًا» (32)

مومنوں میں سے کامل ترین ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اعلیٰ ہو۔

آپ ﷺ نے اپنے مخالفین کو سب سے زیادہ عفو و درگزر اور حسن خلق سے متاثر کیا ہے۔ یوم فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنے سخت ترین دشمنوں کو عام معافی اور قتل کی نیت سے آنے والوں کو معاف فرمایا۔ (33)

اچھے اخلاق کے بغیر ایک معمولی دکان کامیابی سے نہیں چلائی جاسکتی تو دعوت و تبلیغ کا عظیم کام اس کے بغیر کیسے چلایا جاسکتا ہے۔ دعوت کا تعلق تقریر سے ہو یا تحریر سے اس میں متانت، سندیدگی اور اخلاق کا دامن ہاتھ سے ہرگز نہیں چھوٹنا چاہیے۔ مخاطبین سے سخت لب و لہجے میں بات کرنا، ان پر غصہ اتارنا، ان کے اقوال یا اعمال سے مشتعل ہو جانا یا ان کو

مشغول کرنا یہ سب دعوتی اسلوب و منہج کے شایان شان نہیں ہے۔ اس طرح کے رویوں سے محض نفرتیں اور عداوتیں جنم لیتی ہیں، دوریاں بڑھتی ہیں۔

اگر دعوت تو قرآن و سنت کی ہو لیکن اس کو پھیلانے والوں میں اگر نبوی اخلاق و اوصاف نہ ہوں گے تو وہ دعوت کبھی معاشرے میں ایک لیول سے زیادہ اپنے جڑیں مضبوط نہیں کر سکے گی۔

11- بین الاقوامی قانون، عرف اور قبائلی رسم و رواج کا احترام

سیرت طیبہ کی روشنی میں دعوت دین کے طریقوں میں یہ بات خصوصی توجہ کی مستحق ہے کہ اپنے موقف پر قائم رہتے ہوئے بھی بین الاقوامی قانون، عرف اور قبائلی رسم و رواج کا احترام ضروری ہے۔ مثلاً:

جب حضور ﷺ کا میلہ کذاب کے سفیروں سے بات چیت ہوئی تو آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تم مجھے اللہ کا رسول تسلیم کرتے ہو؟ انھوں نے اقرار کیا، پھر آپ ﷺ نے سوال کیا کہ کیا تم میلہ کو بھی نبی مانتے ہو تو انھوں نے کہا: ہاں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

لَوْلَا أَنَّ الرَّسُولَ لَا تُقْتَلُ لَفَتَنَّاكُمْ. (34)

اگر سفیروں کا قتل جائز ہوتا تو میں تمہیں قتل کروا دیتا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے لیکن آپ ﷺ نے ان پر یہ حد جاری نہیں کی بلکہ فرمایا کہ چونکہ عالمی قانون یہ ہے کہ سفیروں کو قتل نہیں کیا جاتا اس لئے میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں ورنہ میں تمہیں قتل کروا دیتا۔

جب آپ ﷺ نے شاہان عالم کے نام دعوتی خطوط روانہ کرنے کا پروگرام بنایا تو اتفاقاً حال نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! حکمرانوں میں یہ اصول ہے کہ وہ ان خطوط پر کوئی خاص توجہ نہیں دیتے جن پر کوئی مہر اور سیل (Seal) وغیرہ نہ ہو، چنانچہ اسی وقت آپ ﷺ نے خطوط کو مہر بند کرنے کے لیے مہربانانہ کا حکم دیا۔ (35)

ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ ایک داعی کے لیے نہ صرف عالمی قانون، رسم و رواج اور عرف سے واقفیت ضروری ہے بلکہ اگر دعوت کے مثبت نتائج کی توقع ہو تو دیگر اقوام کے قوانین اور رسم و رواج کا ممکن حد تک لحاظ اور احترام بھی کیا جاسکتا ہے۔

عصر حاضر میں مسلمان قانون دانوں کا یہ فرض ہے کہ وہ بین الاقوامی قانون کا سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں مطالعہ کریں اور ان پہلوؤں کا جائزہ لیں جہاں باہمی گفتگو میں ٹک کے پہلو کو مد نظر رکھا جاسکتا ہے۔

12- دعوت کا بنیادی اصول براہ راست تبادلہ خیال

حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت و تبلیغ میں تاخیر اور قوت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب پیغام کی زبان آسان، نرم اور قابل فہم ہو، ہم زبانی سے انسیت میں اضافہ ہوتا ہے، اجنبیت دور ہوجاتی ہے اور گفتگو کا مقصد آسانی سے سمجھا اور سمجھایا جاسکتا ہے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو دوسری قوموں کی زبانیں سیکھنے کا حکم دیا، آپ ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (م ۳۴ھ) کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا، تاکہ یہود سے انہی کی زبان میں گفتگو کی جاسکے اور انہی کی زبان میں ان کے خطوط کا جواب دیا جاسکے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

”فَتَعَلَّمْتُ لَهُ كِتَابَهُمْ، مَا مَرَّتْ بِي خَمْسَ عَشْرَةَ لَيْلَةً حَتَّى حَذَقْتُهُ وَكُنْتُ أَقْرَأُ لَهُ كُتُبَهُمْ إِذَا كَتَبُوا إِلَيَّ، وَأُجِيبُ عَنْهُ إِذَا كَتَبَ.“ (36)

”پس میں نے ان کی زبان میں لکھنا سیکھ لیا۔ ابھی پندرہ دن نہیں گزرے تھے کہ میں اس میں ماہر ہو گیا۔ جب یہودی کوئی خط آپ

ﷺ کی طرف لکھتے تو میں آپ ﷺ کو پڑھ کر سنا دیتا اور اگر آپ ﷺ کو جواب لکھنا ہوتا تو میں وہ لکھ دیتا۔“

اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ ایک ایرانی عورت حضرت ابو ہریرہؓ (م ۵۸ھ) کی خدمت میں استفاہ لے کر آئی کہ میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اب مجھ سے میرا بیٹا بھی چھینا جاتا ہے اس عورت نے یہ ساری گفتگو فارسی زبان میں کی اور ابو ہریرہؓ نے بھی اس سے اسی زبان میں گفتگو کی اور پھر آپ نے بچہ عورت کے حوالے کرنے کا حکم دیا۔ (37)

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام نے دوسری قوموں کی زبانیں صرف اس غرض سے سیکھ رکھی تھیں تاکہ ان سے براہ راست تبادلہ خیال کر کے اس کے مسائل کو حل کیا جاسکے۔ بعض روایات سے تو یہاں تک معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام نے قرآن مجید کے بعض اجزا کا دوسری زبانوں میں ترجمہ بھی کیا تھا تاکہ عربی زبان سے ناواقف لوگ اسلام کی حقیقی روح اور تعلیمات سے محروم نہ رہ جائیں۔ چنانچہ علامہ سرخسیؒ (م ۳۹۰ھ) لکھتے ہیں:

”رَوَى ان الفرس كتبوا الى سلمان ان يكتب لهم الفاتحة بالفارسية فكانوا يقرءون ذلك في الصلوة حتى لا تالست السنتم للعربية.“ (38)

”بیان کیا جاتا ہے کہ بعض نو مسلم ایرانیوں نے حضرت سلمانؓ کی خدمت میں لکھا کہ ان کے لیے سورۃ الفاتحہ کو فارسی میں نقل

کر دیا جائے، چنانچہ وہ لوگ (اسی ترجمہ کو) نماز میں پڑھتے تھے یہاں تک کہ وہ عربی سیکھ گئے۔“

اسی واقعے کا ذکر کرتے ہوئے ایک اور بڑے فقیہ نے اپنی کتاب ”النبایۃ حاشیۃ الہدایۃ“ میں مزید تفصیل درج کی ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ (م ۳۳ھ) نے

رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے یہ کام انجام دیا اور ان کے ترجمے کا ایک جز بھی نقل کیا ہے، ”بناہم خداوند بخشایدہ مہربان“ یہ بسم اللہ کا ترجمہ ہے۔ (39)

شاہان عالم کی طرف بھیجے جانے والے نبوی سفراء کا معجزانہ طور پر انہیں قوموں کی زبان میں گفتگو کرنے لگ جانا بھی دعوت و تبلیغ میں زبان کی یکسانیت کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ (40)

سیرت طیبہ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے غیر مسلموں کو دعوت دینے کے لئے صحابہ کرامؓ کی باقائدہ تربیت فرمائی۔ جن صحابہ کرامؓ کو رسول

اللہ ﷺ نے مختلف قوموں کی طرف داعی اور مبلغ بنا کر روانہ فرمایا اس میں بھی یہ چیز آپ ﷺ کی حکمتِ عملی کے پیش نظر رہی کہ وہ مبلغ اسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں بصورتِ دیگر وہ اس قوم کی زبان، رسم و رواج اور کلچر سے آگاہ ہوں۔

13- مخاطبین کی صلاحیتوں کا لحاظ رکھنا

مبلغ کے لیے لازمی ہے کہ وہ مجمعِ شاس ہو، سامعین کی علمی اور ذہنی استعداد کے مطابق گفتگو کرے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«مَا أَتَتْ بِمُحَدَّثٍ قَوْمًا حَدِيثًا لَا تَبْلُغُهُ عُقُولُهُمْ، إِلَّا كَانَ لِبَعْضِهِمْ وَثْنَةً» (41)

”اگر تم کسی قوم کی ذہنی استعداد سے بالا گفتگو کرو تو ان میں سے بعض فتنے میں مبتلا ہو جائیں گے۔“

دعوت کے کام میں عمر جنس اور ذہنی صلاحیت کے فرق کو ملحوظ رکھنا بھی نہایت ضروری امر ہے۔ زیادہ تعلیم یافتہ اور باشعور لوگوں سے خطاب کالپ دلچہ اور ہو۔ کم پڑھے لکھے اور سوچے بوجھ لوگوں سے اندازِ مخاطب اور ہو۔ اسی طرح عورتوں مردوں اور بچوں و بزرگوں سے خطاب کا انداز بھی الگ الگ ہونا ضروری ہے۔

14- صبر و استقامت

داعی کو چاہیے کہ اپنی دعوت پر اس پر ہونے والے اعتراضات پر اور دعوت کے دوران پیش آمدہ مصائب پر صبر کرنے والا ہو۔ اگر داعی لوگوں کو طعن و تشنیع سن کر ہمت ہار کر بیٹھ جائے تو گویا اس نے باطل کو غالب کرنے اور حق کو مغلوب کرنے میں تعاون کیا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں سخت گرفت کا سبب ہو گا۔ کائنات میں سب سے زیادہ پاک اور قدسی افراد جن کے اخلاق و کردار کا کوئی ثانی نہیں، جب ان کو دعوت و تبلیغ کی وجہ سے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا اور طرح طرح کے مصائب سے دوچار ہونا پڑا تو دوسرے افراد اس طوفان سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ اہل طائف کے ظلم اور ان کی تعدی کے باوجود یہ کہہ کر ان کو معاف کر دیا کہ اگر یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو مجھے یہ امید ہے کہ ان کی اولاد ضرور اس سے بہرہ ور ہو گی غزوہ احد میں جب مسلمانوں نے آپ کو لبو لبان دیکھ کر مشرکین کے حق میں بددعا کرنے کی درخواست کی تو رحمت مجسم نے فرمایا:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (42)

”اے اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما کیونکہ وہ نہیں جانتے۔“

اسی طرح مدینہ منورہ پر متعدد بار حملہ کے لیے آنے والے قریشی کمان دار اعظم ابو سفیان کا گھر فتح مکہ کے دن ”دارالامن“ بنا دیا گیا۔ (43) اور اس کی بیوی کو جس نے غزوہ احد میں کفار مکہ کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ترغیب دینے کے لیے جذباتی اشعار گائے تھے اور جس نے سید الشہداء حضرت حمزہ کی لاش کا مثلہ کیا تھا امن دے دیا گیا (44)، ابو جہل کے بیٹے حضرت سکرمدہ کو بھی معافی مل گئی۔ (45) آپ ﷺ کو قتل کرنے کے لیے عمیر بن وہب جیسے شخص کو بھیجے والے صفوان بن امیہ کو چار ماہ کی مہلت عطا کر دی گئی۔ (46) الغرض ہر ایک دشمن اسلام کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا جو انسانی جذبوں کے بالکل برعکس تھا۔ آپ ﷺ کے اسی طرز عمل نے حساس قریشیوں کے دل موہ لیے اور وہ مشرف باسلام ہو گئے۔

حاصل بحث

دعوت و تبلیغ جہاں پر امت مسلمہ کے ہر فرد پر فرض ہے وہاں بارگاہِ الہی سے بے شمار انعاماتِ جلیلہ کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔ تبلیغ دین پاکباز انبیاء و رسل علیہم السلام کی ذمہ داری ہے۔ جو کہ انذار و تمثیر کے اسلوب کے ساتھ انسانوں کو دینِ الہی کی دعوت دیتے رہے۔ تاکہ اتمامِ حجت ہو جائے اور سید الانبیاء اور خاتم المرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فریضہ منصبی بھی دینی دعوت و تبلیغ ہی تھی۔ اور آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کے تاقیامت پیر و کاروں کا منج یہی تبلیغ ہے۔ مبلغین اور دعاۃ کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا اعزاز ہو گا کہ جس فریضہ کو انبیاء و رسل علیہم السلام ادا فرماتے تھے آج اللہ تعالیٰ نے وہ ان کے کندھوں پر ڈال دیا ہے اور وہ وادیِ ضلالت میں بھٹکنے والوں کو راہِ نجات کی طرف بلائے ہیں اور دل کے اندھوں کو بصیرت کا حامل بنا رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے دعوت دین کو سیرتِ طیبہ کی روشنی میں عصری تقاضوں کے مطابق دی جائے۔

حوالہ جات و حواشی

- (1) النحل، 16: 125-
- (2) سورة العصر، 103-
- (3) ابن منظور، محمد بن مکرم بن منظور الأفریقی المصري (711ھ)، لسان العرب، دار صادر، بیروت. ج 14، ص 257-
- (4) هداية المرئدين، الشيخ علي محفوظ، دار الاعتصام، 17-
- (5) القصص، 82: 78؛ حسن اعمال، ڈاکٹر محمد طاہر القادری، منہاج القرآن، پبلیکیشنز مارچ، 2007ء، 683.
- (6) ال عمران، 3: 110-
- (7) البقرة، 2: 44-
- (8) الصف، 61: 2-
- (9) الشعراء، 26: 214-
- (10) آل عمران، 3: 104-
- (11) البقرة، 2: 268-269-

- (12) آل عمران، 3: 164-
- (13) الانعام، 6: 108-
- (14) آل عمران، 3: 64-
- (15) ابن اثیر، ابو الحسن علی بن ابی البکر محمد ابن اثیر الجزری (م 630ھ) ”أسد الغابة“ تذكرة حاطب بن ابی بلتعنة، 1/362 (دار احیاء التراث العربی، بیروت).
- (16) ابن هشام، السيرة النبوية، 3: 32؛ ابن کثیر، البداية والنهاية، 3: 224-
- (17) بخاری، الصحيح، كتاب الأدب، باب الرفق في الأمر كله، 5: 2242، الرقم: 5678-
- (18) بخاری، الصحيح، كتاب الحج، باب فضل مكة وبنائها، 2: 574، الرقم: 1509-
- (19) ابن حجر عسقلاني، فتح الباري، 3: 448-
- (20) مسلم، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب صلح البحدبية في الحدبية، 3: 1411، الرقم: 1784-
- (21) بخاری، الصحيح، كتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم كراهية أن لا يفهموا، 1: 59، الرقم: 127-
- (22) احمد بن حنبل، المسند، 5: 256، الرقم: 22265-
- (23) بخاری، الصحيح، كتاب فضائل القرآن، باب تأليف القرآن، 4: 1910، الرقم: 4707-
- (24) بخاری، الصحيح، كتاب التوحيد، باب ما جاء في دعاء النبي عليه السلام أمته إلى توحيد الله تبارك وتعالى، 6: 2685، الرقم: 6937-
- (25) ابن کثیر، البداية والنهاية، 3: 159-
- (26) ابن أبي حاتم، تفسير القرآن العظيم، 9: 3072، الرقم: 17379-
- (27) آل عمران، 3: 159-
- (28) بخاری، الصحيح، كتاب الأدب، باب الرفق في الأمر كله، 5: 2242، الرقم: 5678-
- (29) أبو داود، السنن، كتاب الأدب، باب في الرفق، 4: 255، الرقم: 4808-
- (30) مسلم، الصحيح، كتاب الجهاد والسير، باب في الأمر بالتيسير وترك التنفير، 3: 1358، الرقم: 1732-
- (31) مسلم، الصحيح، كتاب الطهارة، باب وجوب غسل البول وغيره من النجاسات إذا حصلت في المسجد وأن الأرض تطهر بالماء من غير حاجة إلى حفرها، 1: 236، الرقم: 285-
- (32) أبو داود، السنن، كتاب السنة، باب الدليل على زيادة الإيمان ونقصانه، 4: 220، الرقم: 4682-
- (33) ابن جرير الطبري، تاريخ الأمم والملوك، 2: 161-
- (34) ابن أثير، الكامل في التاريخ، 2: 167-
- (35) ابن الجوزي، جمال الدين أبو الفرج عبد الرحمن بن علي بن محمد الجوزي (المتوفى: 597هـ)، المنتظم في تاريخ الملوك والأمم، دار صادر - بيروت، 1358، 3: 274 -
- (36) أحمد بن حنبل، المسند، 5: 186، الرقم: 21658-
- (37) ابو داود، سليمان بن الاشعث بن اسحاق السجستاني (م 275هـ) ”سنن ابی داود“، كتاب الطلاق، باب من احق بالولد، ح: 2277، ص: 230 (دارالسلام للنشر والتوزيع، الرياض، 1999ء).
- (38) سرخسی، ابو بکر محمد بناحمد بن ابی س هل، (م 490هـ) ”المبسوط“ كتاب الصلوة، 37/1، (دار المعرفة، بيروت، 1978ء).
- (39) حميد الله، ڈاکٹر، (م 2002ء) ”صحيفه امام بن منبه“ ص 193، (ناشر رشيد الله يعقوب، كلفنٹن، كراچي، 1998ء).
- (40) ابن سعد، ابو عبد الله محمد، (م 456هـ) ”الطبقات الكبرى“ ذكر بعثة رسول الله ﷺ الرسل بكتبه الى الملوك، 1/258، (دار صادر، بيروت، 1985ء).
- (41) مسلم، الصحيح، المقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ما سمع، 1: 11، الرقم: 5-
- (42) ابن حجر العسقلاني، فتح الباري، 7: 372، الرقم: 3845-
- (43) ابن قيم، زاد المعاد في هدى خير العباد، 3: 403-
- (44) ابن عساکر، تاريخ مدينه دمشق، 70: 180-181-
- (45) طبرانی، المعجم الكبير، 17: 373، الرقم: 1021-
- (46) بيهقي، دلائل النبوة، 5: 97-